International Research Journal on Islamic Studies (IRJIS)
ISSN 2664-4959 (Print)
Journal Home Page: https://www.islamicjournals.com
E-Mail: tirjis@gmail.com / info@islamicjournals.com
Published by: “Al-Riaz Quranic Research Centre” Bahawalpur

مولانا محمد نافع کی تصنیف ”رحماء بینھم“ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

A Critical Analysis of Maūlānā Muḥammad Nāfi’s Book “Ruḥmā-u-Baynahum”

1. Muhammad Zakaullah,
Ph.D. Scholar, Department of Islamic Studies,
University of Okara, Punjab, Pakistan
Email: iamzakaullah@gmail.com

2. Allah Ditta,
Lecturer, Federal Government College Women Multan Cant,
Multan, Punjab, Pakistan
Email: profabughufran475@gmail.com

To cite this article: Zakaullah, Muhammad, Allah Ditta “A Critical Analysis of Maūlānā Muḥammad Nāfi’s Book “Ruḥmā-u-Baynahum”” International Research Journal on Islamic Studies Vol. No. 3, Issue No. 1 (January 1, 2021) Pages (18–37)

Journal	International Research Journal on Islamic Studies Vol. No. 3 || January - June 2021 || P. 18-37
Publisher	Al-Riaz Quranic Research Centre, Bahawalpur
URL:	https://www.islamicjournals.com/2-2-2/
Journal Homepage	www.islamicjournals.com
Published Online:	01 January 2021

License: This work is licensed under an
Attribution-ShareAlike 4.0 International (CC BY-SA 4.0)

Abstract:

The personality of Maūlānā Muhammad Nafi’ is distinguished in religious, literary, and research circles. His published writings are very much prominent in the research field. He has presented events and sayings in his publications with accuracy. He used to quote the original text as a reference and mentioned a variety of references for evidence. Unfortunately, the propagation against the companions of the Holy Prophet (P.B.U.H) by some groups or sects is being made which is causing restlessness and breach in spiritual beliefs. It was a dire need to present the reality about the companions of the Holy Prophet (P.B.U.H) to the people and remove the confusion and even hatred from their hearts. God Almighty has honored Maūlānā Nāfi’ for this sacred task by writing a book titled "رحماء بينهم" and he performed it with full devotion. For the truthfulness of incidents, the proper reference from the famous books has been brought for the opposed groups so that the reality should be seen, and the enmity of the companions could be demolished. The said author has presented the evidence from the writes of objectors so that there must not be left any further point for objection. After presenting the evidence the author did not decide himself rather, he left the decision to the reader so that society could get the guidance. The author has taken the basic sources to present his material to avoid exaggerated and dissatisfied material. The author adopted an exemplary approach for

the presentation of dignity and honor the companions of the Holy Prophet (P.B.U.H) to overcome doubts about them created by some personalities. Resultantly doubts will be removed, and no one will be disheartened. This kind of book is very important for avoiding contemporary sectarian conflicts and peace of society. The research has been done on the topic of the above-mentioned theme keeping in view the rationale and thoughts of the said scholar.

Keywords: Holy Prophet (P.B.U.H), Muḥammad Nāfi’, “Ruḥmā-u-Baynahum”, Companions

1. تعارف:

مولانا محمد نافع کا شمار اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں میں ہوتا ہے جنہوں نے قرآن وسنت سے خود استفادہ کیا، دین اسلام کی تعلیمات کو اپنایا۔ آپ ؒضلع چنیوٹ تحصیل بھوآنہ بستی محمدی شریف میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کا سنِ ولادت ۱۹۱۵ء ہے اور آپؒ نے ۲۰۱۴ء میں وفات پائی۔ عصر حاضر میں لوگوں کو فرقہ وارانہ کشمکش سے بچانے اور امن کا درس دینے کے لیے اپنی زندگی کو اللہ کی راہ میں وقف کیا۔

مصنف کی تمام تر تصانیف ان کی انتھک محنت کا نتیجہ ہیں۔ مصنف نے حوالہ جات دیتے وقت جلد نمبر، باب کا نام اور فصل کو ذکر کیا ہے جس سے محققین کو تحقیق میں آسانی رہے گی۔ مصنف کی اس تحقیقی کاوش کو مد نظر رکھتے ہوئے محقق نے آپ کی تصنیف (”رحماء بینھم“ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ؒ) لینے کی کوشش کی ہے۔

2. افتراضات:

1. مولانا محمد نافع کی تمام تصانیف کا مواد مدلل ہے۔ انداز تحریر غیر جانبدارانہ اور فرقہ وارانہ کشمکش سے پاک ہے۔
2. ان کی اس تصنیف نے اہل سنت کے تمام مکاتب فکر کو متاثر کیا ہے۔

3. اسلوب تحقیق:

دوران تحقیق حسب ذیل اصولوں کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

۱۔ دورانِ تحقیق بیانیہ اور تجزیاتی اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔

۲۔ حواشی اور حوالہ جات فٹ نوٹ میں دیئے گئے ہیں۔

۳۔ مصنف کے احوال وآثار کے تعارف کے لیے مختلف کتب اور رسائل سے مدد لی گئی ہے۔

۴۔ آیات اور احادیث کے ترجمہ کا اہتمام کیا گیا ہے۔

۵۔ لائبریری تحقیق کے اصولوں کو بہر حال مد نظر رکھا گیا ہے۔

4. مولانا محمد نافع کی تصانیف:

مولانا نافع کی مندرجہ ذیل چند تصانیف ہیں۔

1۔ حدیث ثقلین
2۔ بناتِ اربعہ
3۔ سیرت سید حضرت علی المرتضیٰؓ
4۔ سیرت حسنین شریفینؓ
5۔ حضرت ابوسفیانؓ اور انکی اہلیہؓ
6۔ سیرت حضرت امیر معاویہؓ

7۔ عظمتِ صحابہؓ
8۔ اقرباپروری
9۔ مسئلہ ختم نبوت اور سلفِ صالحین
10۔ رحماء بینھم

جبکہ محقق نے دورانِ تحقیق صرف رحماء بینھم کا تذکرہ کرنا ہے۔

5. کتاب رحماء بینھم کا تعارف:

محمد نافع عفا اللہ عنہ بن مولانا عبدالغفور بن مولانا عبدالرحمٰنؒ ساکن قریہ محمدی (جامعہ محمدی، ضلع چنیوٹ، پنجاب پاکستان) کے ذہن میں یہ خیال مدت سے تھا کہ صحابہ کرامؓ اور قرابت دارانِ نبوت (ﷺ) خصوصاً خلفائے ثلاثہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان تعلقات وروابط کے واقعات اہل اسلام کی خدمت میں یک جا پیش کئے جائیں۔ مولانا نافع اس مقصد کو پورا کرنے کیلئے حسب مقدور کوشش کرتے رہے اور آخر کار اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی سے اپنے مقصد میں کامیاب رہے اور "رحماء بینھم" کے نام سے کتاب تحریر فرمادی۔ مولانا محمد نافع نے اہل بیت اور خلفائے ثلاثہؓ کے باہمی تعلقات میں محبت و الفت، کے موضوع پر مستند ترین مواد (رحماء بینھم) جمع فرمایا ہے۔ مخالفین کے جوابات انہی کے مصادر و مراجع سے اخذ کرکے تحقیق کا حق ادا کیا ہے۔ اگر مخالفین حضرات انصاف کا دامن پکڑیں تو ان کی ہدایت کے لیے یہ مستند کتاب کافی ہے۔ اس کتاب کا پہلا حصہ صدیقی ۱۹۷۱ء / ۱۳۹۱ھ میں تالیف کیا گیا جبکہ دوسرا حصہ فاروقی ۱۹۷۶ء / ۱۳۹۶ھ میں تالیف کیا گیا اور اس کتاب کا تیسرا حصہ عثمانی ۱۹۷۸ء / ۱۳۹۸ھ میں تالیف کیا گیا۔ اس کتاب کی اشاعت ۲۰۱۷ء میں دارالکتاب اردو بازار لاہور سے ہوئی۔ یہ کتاب ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔

5.1 نام کتاب اور اس کا موضوع:

کتاب ہذا کا نام قرآن مجید سے اقتباس کرتے ہوئے "رحماء بینھم" تجویز کیا گیا ہے اس کتاب کا مضمون و موضوع خود اس کے نام سے واضح ہو رہا ہے اس کیلئے مزید کسی تشریح کی ضرورت نہیں (یعنی نبی کریم ﷺ کے یہ ساتھی آپس میں مہربان ہیں)۔[1]

عصر حاضر میں یہ کتاب اتحاد عالم اسلام کیلئے ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے جس میں مصنف نے معاندین اسلام کی سازشوں کی بنیادوں کی نشاندہی کرکے انہیں بے نقاب کیا ہے اور یہ بھی واضح کیا ہے کہ اہلبیت اور صحابہ کرامؓ آپس میں شیر و شکر تھے۔ رحماء بینھم اپنے موضوع کے اعتبار سے انتہائی مدلل تصنیف ہے جس نے انصاف پسند لوگوں کے ذہنوں سے غلط فہمیوں کو دور کر دیا ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنے سے اس پراپیگنڈہ کی قلعی کھل جاتی ہے جو صحابہ کرامؓ اور اہل بیت کے تعلقات کو معاندانہ ثابت کرنے کیلئے کیا جارہا ہے۔

5.2 ترتیب مضامین:

کتاب کے مضامین کی ترتیب و تالیف اس طرح کی گئی ہے کہ پہلے چند تمہیدات پیش کی گئی ہیں جن کی روشنی میں تمام بحثیں درج کی گئی ہیں۔ اس کے بعد اس کتاب کے مقاصد کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے حصے میں خانوادہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور خاندان حضرت علیؓ کے مابین دوستانہ روابط ذکر کئے گئے ہیں کتاب کا یہ حصہ "صدیقی" کے نام پر مشتمل ہے۔ اور اس کے علاوہ دوسرے حصے میں حضرت عمر فاروقؓ اور خانوادہ حضرت علیؓ کے برادرانہ مراسم اور خوش گوار تعلقات درج کے گئے ہیں۔ کتاب کا یہ حصہ "فاروقی" کے نام پر مشتمل

---

[1] Muḥammad Nāfi, Maūlānā, Ruḥmā-u-Baynahum, Darul Kitāb Urdu Bazar, Lahore, 2017, p47

ہے۔ جبکہ تیسرے حصے میں حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان مشفقانہ تعلقات اور ان حضرات کے درمیان الفت کے حالات تحریر کیے گئے ہیں۔ کتاب کا یہ حصہ ”عثمانی“ کے نام پر مشتمل ہے۔ سب سے پہلے تمہیدات پنجگانہ زیر بحث کی جاتی ہیں ان کے بعد مقاصد پیش کئے جائیں گے۔

5.3 تمہیدات پنجگانہ:

1. کتاب ”رحماء بینھم“ میں جن مضامین کو درج کیا گیا ہے ان میں روئے سخن اپنے احباب اہل سنت والجماعت کی طرف سے کیا گیا ہے اور مولانا نافع کے سمجھانے کا مقصد اپنے کم علم اور ناواقف دوستوں کو ہی ہے اہل علم حضرات تو ان مضامین سے پہلے ہی واقف ہیں۔ مولانا نافع نے اس بات کا بھی خیال بخوبی رکھا ہے کہ کتاب ہذا میں جو روایت یا جو واقعہ درج کیا ہے اس کو حتی المقدور باسند مصنفین ومتقدمین سے اخذ کیا ہے۔ پھر متاخرین علماء کے حوالہ جات کو تائیداً لانے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔
2. اس کتاب میں بعض علمی مباحث بھی آگئے ہیں جو عوام کی علمی قابلیت سے ذرا بلند ہیں لیکن ان کی وجہ سے کئی مقاصد اور مطاعن رفع ہوسکتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کا ترک کردینا مناسب خیال نہیں تھا اس کیلئے یہ تجویز کردی گئی ہے کہ کتاب ہذا کے ضروری مقامات میں حواشی کا اضافہ کردیا ہے اور بعض مواقع میں اس بحث کا اہل علم کے لیے مناسب ہونا درج کردیا گیا ہے۔ اس طرح عوام وخواص کو کوئی دقت محسوس نہیں ہوگی اور دونوں اپنے اپنے ذوق کے مطابق مستفید ہوتے رہیں گے۔
3. کتاب ”رحماء بینھم“ میں جو مضمون مرتب کیا گیا ہے اس مضمون کو اس سے پہلے علمائے سلف نے بھی مدون کیا ہے۔ اور اس پر مستقل تصانیف مرتب کی ہیں۔ مگر اتفاقاً ان حضرات کی تصانیف اس ملک میں مفقود الخبر ہیں۔ تلاش وجستجو کے باوجود بھی اس ملک میں ان کا سراغ نہیں مل سکا۔ اس لئے مصنف نے دیگر کتب مداولہ سے ازخود مدون کرکے چند واقعات مہیا کیے ہیں اور ابواب کی ترتیب وتدوین بھی اپنی صوابدید کے مطابق تجویز کی ہے۔
4. تعلقات کے ان مضامین کی حقانیت وصداقت پر مولانا نافع کا اصل استدلال قرآن مجید سے کیا گیا ہے۔ قرآن مجید نے واضح عبارت اور صاف صاف الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ میں رحمان اور رحیم نے اپنی شان رحمت کا ظہور بہ طریق اتم فرمایا ہے۔ یہ سب آپس میں رحم دل ہیں اور ان کے دلوں میں شفقت والفت روز ازل سے بھر دی گئی ہے۔ ان حضرات کے مابین اخوت دینی اور اسلامی برادری کا رشتہ ہمیشہ سے قائم ودائم ہے۔
5. جب ہمارے دعویٰ کی اصل دلیل ”نصوص قرآنی اور“ آیات فرقانی“ ہیں تو یہاں مقام استدلال میں وہی روایات قابل تسلیم اور قبولیت کے لائق ہوں گی۔ جو ”نص قرآنی“ اور ” سنت مشہورہ“ کے مطابق ہیں اور جن میں صحابہ کرامؓ کی باہمی الفت وشفقت و اخوت رافت وعطوفت کے واقعات درج ہیں۔[2]

---

[2] Muḥammad Nāfi, Maūlānā, Ruḥmā-u-Baynahum, p 49-50.

5.4 حصہ صدیقی:

تمہیدات کے بعد اب مقاصد پیش خدمت کئے جاتے ہیں۔ تمہیدات کے بعد حصہ صدیقی میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت فاطمہؓ کے تعلقات اور روابط بیان کئے جاتے ہیں۔ پہلے شیعہ حضرات کی کتابوں سے درج کئے جاتے ہیں بعض میں اہل سنت کی کتب سے بطور تائید درج کریں گے۔ جیسے:

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے نکاح کے معاملہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کا کردار نہایت اہمیت کا حامل ہے جس کو شیعہ کے بڑے بڑے مؤرخین اور علماء حضرات نے بھی ذکر کیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت علی المرتضیٰؓ کو حضرت فاطمہؓ سے نکاح کرنے کیلئے تیار کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا۔[3]

یہ دونوں شیخینؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ سے قریب کا تعلق رکھتے تھے اور ہر قسم کے مسائل میں ایک دوسرے سے رائے لیتے تھے اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے۔

5.4.1 سیدہ فاطمہؓ کی شادی کے سامان اور جہیز کی تیاری میں صدیقیؓ و عثمانیؓ خدمات:

”حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ اٹھو اور مصارف شادی کیلئے اپنی زرہ بیچ ڈالو۔ میں نے جا کر زرہ بیچ دی اور دام لا کر حضور ﷺ کے دامن میں ڈال دیئے۔ نہ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ کتنے ہیں؟ اور نہ میں نے خود بتلایا کہ اتنے درہم ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے بلالؓ کو بلا کر ایک مٹھی بھر کر دی کہ حضرت فاطمہؓ کیلئے خوشبو خرید کر لائیں پھر آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ بھر کر حضرت ابو بکر صدیقؓ کو دام دیئے کہ فاطمہؓ کیلئے مناسب کپڑے اور دیگر سامان جو درکار ہے وہ خرید کر لائیں۔ عمار بن یاسر اور دیگر احباب کو ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ روانہ کیا۔ پھر سب حضرات بازار میں پہنچے۔ جس چیز کے خریدنے کا ارادہ رکھتے تھے وہ چیز پہلے ابو بکر صدیقؓ کے سامنے پیش کرتے تھے۔ اگر وہ اس چیز کا خرید نادرست خیال کرتے تو وہ اسے خرید لیتے۔ پس انھوں نے جو چیزیں اس وقت خریدیں وہ مندرجہ ذیل تھیں۔

سات درہم کی ایک قمیص، چار درہم کی ایک اوڑھنی، ایک خیبری سیاہ چادر، ایک بنی ہوئی چارپائی، بستر کے دو گدے، ایک گدا کھجور کی چھال سے بنا ہوتا، دوسرے گدے کی بھرائی بھیڑ کی اون سے کی گئی تھی۔ ایک بالین تھا جس کی بھرائی اذخر (گھاس) سے کی ہوئی تھی، ایک صوف کا کپڑا تھا، ایک چمڑے کا مشکیزہ تھا، دودھ کیلئے ایک لکڑی کا پیالہ تھا، سبز قسم کا ایک گھڑا تھا، مٹی کے کوزے تھے۔ جب یہ سامان خریدا گیا تو اس میں سے کچھ سامان خود ابو بکرؓ نے اٹھایا۔ باقی چیزیں دوسرے احباب نے اٹھالیں۔ حضور ﷺ کی خدمت میں یہ سامان لا کر پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے یہ سامان اپنے مبارک ہاتھوں میں لے کر ملاحظہ فرمایا اور دعا کیلئے یہ کلمات ارشاد فرمائے ”اللہ تعالیٰ اس میں اہل بیت کیلئے برکت عطا فرمائے۔“[4]

اسی مضمون کی مزید وضاحت کیلئے شیعہ حضرات کی کتب سے مولانا نافعؒ نے ایک اور روایت نقل کی ہے۔ کہ ”حضرت علیؓ نے سامان جہیز کی خاطر اپنی زرہ حضرت عثمان بن عفانؓ کے ہاتھ فروخت کی تھی۔ حضرت عثمانؓ نے یہ زرہ خرید کر قیمت ادا کر دی پھر یہی زرہ حضرت علیؓ کو واپس کر دی۔ اس ہمدردانہ طرز عمل پر حضور ﷺ نے ان کے حق میں دعائے خیر کے کلمات فرمائے۔“[5]

---

3. Badhal,Mirzā Rafi’,Ḥamla Haidari,Tabah Qadeem,1267,Volume1,p 61.
4. Muḥammad Nāfi, Maūlānā, Ruḥmā-u-Baynahum,p 73-74.
5. Akhtab Khwarzmī, Manāqib,Matbah Haidaryah,Najaf Ashraf,Iraq,1965. p 252-253.
6. Majlisī,Mullā Bāqir,Baḥār-ul-Anwār,Matbah Iran, n.d.Volume10,p 38-39.

5.4.2 حضرت فاطمہؓ کے نکاح میں حضرات صدیقؓ، امیر المؤمنینؓ اور عثمانؓ کا شامل ہونا اور نکاح کا گواہ بننا:

”حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ (نبی کریم ﷺ کی خدمت میں نکاح فاطمہؓ کی گفتگو کرنے کے بعد) میں جب حضور ﷺ کے گھر سے باہر آیا تو فرحت و مسرت سے میں مسرور تھا۔ سامنے سے حضرت صدیقؓ اور عمرؓ آرہے تھے ان حضرات سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ تو میں نے بتایا کہ نبی ﷺ نے اطلاع دی ہے کہ آسمانوں پر اللہ نے میرا نکاح حضرت فاطمہؓ کے ساتھ کر دیا ہے۔ اور اب حضور ﷺ گھر سے باہر تشریف لا کر تمام لوگوں کے سامنے اس نکاح کا اعلان فرمانے والے ہیں۔ یہ خبر سن کر ابو بکرؓ و عمرؓ نہایت خوش ہوئے اور میرے ساتھ ہو کر اسی وقت مسجد نبوی ﷺ میں آگئے۔ ابھی درمیان مسجد نہ پہنچے تھے کہ نبی کریم ﷺ بھی انبساط و نشاط کی حالت میں پیچھے سے آپہنچے۔ حضور ﷺ کا چہرہ انور خوشی سے چمک رہا تھا۔ پھر بلالؓ کو بلا کر فرمایا کہ مہاجرین و انصار کو جمع کرلاؤ۔ بلالؓ نے اس پر عمل کیا۔ یہ حضرات جب جمع ہو گئے تو نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف لائے، حمد و ثناء کے بعد فرمایا: اے مسلمانو! جبرائیلؑ میرے پاس ابھی آئے ہیں انھوں نے اطلاع دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المعمور کے پاس تمام فرشتوں کو جمع کر کے اس بات کا شاہد گواہ بنایا ہے کہ میں نے فاطمہؓ بنت رسولؐ کا اپنے بندے علیؓ بن ابی طالب کے ساتھ نکاح کر دیا ہے اور اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنی بیٹی فاطمہؓ کا علیؓ کے ساتھ زمین میں نکاح کر دوں اور اس نکاح پر تم سب کو شاہد اور گواہ بناؤں گا۔“[6]

5.4.3 اہل سنت کی کتب کے مطابق اس مسئلہ کی تائید:

”حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری جانب سے جا کر ابو بکر و عمر و عثمان و عبد الرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص و طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم اجمعین اور چند انصار کو بلا لاؤ۔ انسؓ ان تمام حضرات کو بلا لائے۔ جب یہ سب حضرات حاضر ہو کر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے اور حضرت علیؓ حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق کسی کام کیلئے گھر سے باہر تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے خطبہ نکاح شروع فرمایا (الحمدللہ۔۔۔ الخ)۔[7]

خطبہ ہذا کے درمیان میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہؓ کا نکاح علیؓ سے کرا دوں۔ پس تم لوگ اس چیز کے شاہد اور گواہ ہو جاؤ کہ میں نے علیؓ کو فاطمہؓ نکاح کر کے دے دی ہے اور چار صد مثقال مہر مقرر کیا ہے۔۔۔ پھر کھجور کا تھال منگوا کر سب کے سامنے رکھ دیا۔ پھر فرمایا کہ اس کو لوٹ لو! اور آپس میں جھپٹ کر کھاؤ، تو ہم جھپٹ چھین کر کھانے لگے۔ اسی اثناء میں علی المرتضیٰؓ (کام سے) واپس تشریف لائے تو نبی کریم ﷺ نے علیؓ کی طرف دیکھ کر تبسم فرمایا اور مسکرائے، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہؓ سے چار صد مثقال کے عوض تیرا نکاح کر دوں کیا تم اس چیز پر راضی ہو؟ تو حضرت علیؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ میں راضی ہوں اور یہ مجھے منظور ہے۔۔۔ الخ۔“[8]

5.4.4 حضرت فاطمہؓ کی رخصتی کے وقت حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ کی قابل قدر کوششیں:

”ام یمنؓ روایت کرتی ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حضرت علیؓ کو بلا لائی۔ وہ تشریف لائے پھر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ: جب میں (نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے مکان میں تشریف فرما تھے (میرے آنے پر)

---

[7] Muḥammad Nāfi, Maūlānā, Ruḥmā-u-Baynahum,p 87.
[8] Muḥammad Nāfi, Maūlānā, Ruḥmā-u-Baynahum, p.87.

ازواجِ مطہراتؓ اٹھ کر دوسرے کمرہ میں چلی گئیں۔ میں حضور ﷺ کے سامنے حیاء کی وجہ سے سرنگوں بیٹھ گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہیں پسند ہے کہ تمہاری اہلیہ فاطمہؓ کو تمہارے ہاں رخصت کر دیں؟ تو میں نے عرض کی کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں "درست ہے "بڑی مہربانی اور نوازش ہو گی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آج رات کو ہی یا کل رات ہم رخصت کر دیں گے۔ اسی فرحت و سرور میں حضرت علیؓ حضرت محمد ﷺ کی خدمت سے واپس آنے لگا تو نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج مطہراتؓ کو ارشاد فرمایا کہ رخصتی فاطمہؓ کی تیاری کریں عمدہ لباس زیب تن کرائیں، خوشبو لگائیں، فاطمہ کیلئے ان کے رخصتی کے مکان میں بستر بنائیں۔ پس ازواجِ مطہراتؓ نے اس فرمان نبوی ﷺ کے مطابق عمل درآمد کر دیا۔"[9]

اسی عنوان کی مزید تشریح کیلئے ایک اور روایت کا مفہوم یہ ہے کہ:

"یعنی نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہراتؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کون کون یہاں موجود ہیں؟ تو ام سلمہؓ نے عرض کیا کہ میں ام سلمہ موجود ہوں، یہ زینب ہیں، یہ فلاں و فلاں (یعنی حضرت عائشہؓ و حضرت حفصہؓ) بیٹھی ہیں (جو ارشاد ہو؟) فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہؓ اور چچازاد برادر علیؓ کے لیے تیاری کریں۔ ام سلمہؓ نے عرض کی کہ کون سے حجرہ میں (رخصتی کی تیاری کریں)؟ فرمایا تیرے مکان میں (یہ رخصتی کا انتظام ہو)۔ پھر ازواجِ مطہراتؓ کو حکم دیا کہ جگہ مزین کریں اور ٹھیک طرح دیدہ زیب بنائیں۔"[10]

اب ان ہر دو شیعی روایات کے بعد مولانا نافعؒ نے اہل سنت کی کتاب ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب الولیمہ والی روایت کو سامنے رکھ کر مفہوم واضح کیا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ؛

"جناب شعبیؒ مسروقؒ سے اور وہ حضرت عائشہ و حضرت ام سلمہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ام المؤمنین عائشہ و ام سلمہؓ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا کہ علیؓ کی طرف فاطمہؓ کی رخصتی کی تم تیاری کرو۔ تو ہم نے وادی بطحا سے مٹی منگا کر (رخصتی کے) مکان کو لیپا پوچا، صاف کیا۔ پھر اپنے ہاتھوں سے کھجور کی چھال ٹھیک کر کے دو گدے تیار کیے۔ پھر کھجور اور منکا سے خوراک تیار کی اور میٹھا پانی پینے کیلئے مہیا کیا۔ پھر اس مکان کے ایک کونہ میں لکڑی گاڑی تا کہ اس پر کپڑے اور مشکیزہ لٹکایا جا سکے۔ عائشہ و ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ فاطمہؓ کی شادی سے بہتر ہم نے کوئی شادی نہیں دیکھی۔"[11] خوش تر مراسم کا ایک اور واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔

5.4.5 حضرت علیؓ کی والدہ محترمہ کی تدفین میں صدیقؓ و عمرِ فاروقؓ کی خدمات:

حضرت علیؓ کی والدہ محترمہ فاطمہ بنت اسدؓ کا نمازِ جنازہ نبی اکرم ﷺ نے چار تکبیروں کے ساتھ ادا فرمایا اور خلفائے اربعہؓ اس میں شامل تھے۔ حضرت علیؓ کی والدہ محترمہ کی قبر کھودنے میں حضرت عمرؓ شریک تھے۔ اور ان کو لحد میں اتارنے میں حضرت ابو بکر صدیقؓ ساتھ تھے۔[12]

یہ تمام چیزیں آپس میں بہترین مراسم کی خاطر درخشندہ نشانات ہیں اور ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کیلئے علامات ہیں۔

---

9. Tosī, Abu Ja'far,Al-Amali,Matboah Jadeed,Najaf Ashraf,Iraq,1963,Volume1,p 40.
10. Muḥammad Nāfi, Maūlānā, Ruḥmā-u-Baynahum,p 91.
11.Ibid
12. Haishmī,Majma' al-Zawāid,Tabahat Muqadasī, Cairo Egypt,1352,Volume 9,p 256-257.

5.4.6 خلافت صدیقؓ میں آلِ رسول ﷺ کے ”مالی حقوق کا تحفظ اور مسئلہ فدک:

”حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ فاطمۃ الزہراؓ اور حضرت عباس بن عبد المطلبؓ نے ابو بکر صدیقؓ (خلیفہ اول) کی خدمت میں مدینہ کے صدقات اور فدک کی آمدنی اور خیبر کے خمس (ان تینوں چیزوں میں سے اپنے مالی حقوق) کا مطالبہ بہ طور میراث پیش کیا تو ابو بکر صدیقؓ نے (مطالبہ میراث کے جواب میں کہا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ ”ہم انبیاءؑ کی وراثت (مالی) جاری نہیں ہوتی۔ جو کچھ چھوڑ کر ہم رخصت ہو تے ہیں وہ (اللہ کی راہ میں وقف اور صدقہ ہوتا) ہے۔“

(اس مطالبہ میراث کے جواب کے بعد آلِ رسول اللہ ﷺ کے مالی اخراجات، نان ونفقہ، خوراک وپوشاک وغیرہ کے سلسلہ میں)ابو بکر صدیقؓ نے کہا کہ مذکورہ بالا اموال میں سے آلِ رسول ﷺ یقیناً خرچہ خوراک، نان ونفقہ حاصل کرتی رہے گی اور جس طرح نبی کریم ﷺ کے دور اقدس میں (مالی اخراجات) آلِ رسول اللہ ﷺ کے لیے ان اموال مذکورہ سے جاری رہتے تھے، ٹھیک اسی طرح ہم بھی اس پر عمل درآمد جاری رکھیں گے، اس میں کسی قسم کا تغیر وتبدل نہیں کریں گے (یعنی مالی مصارف کے حصول کے علاوہ تقسیم میراث کا تقاضا آپ کیلئے ٹھیک نہیں) پھر حضرت علیؓ تشریف لائے انھوں نے شہادت توحید ورسالت کے بعد کہا کہ اے ابو بکرؓ! ہم آپ کی فضیلت وشرافت کا اعتراف کرتے ہیں اور ابو بکر صدیقؓ کی جو رشتہ داری حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہے اس کا ذکر کیا اور ان کے حقوق کا بھی ذکر کیا۔ اس کے بعد ابو بکر صدیقؓ نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے حضور ﷺ کی رشتہ داری وقرابت کا لحاظ مجھے اپنی قرابت داری سے زیادہ محبوب اور مقدم ہے۔“[13]

5.4.7 حضرت صدیقؓ سے سیدہ فاطمہؓ کا کلام:

مسندات فاطمہؓ میں امام احمدؒ نے اپنی سند کے ساتھ ذیل کی روایت تخریج کی ہے۔

”حدثنی جعفر بن عمرو بن امیة قال دخلت فاطمة علی ابی بکر فقالت اخبرنی رسول اللہ ﷺ انی اول اھلہ لحوقا بہ۔“[14]

”یعنی حضرت فاطمہؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس تشریف لے گئیں اور کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ آپ کے گھر والوں میں سے سب سے پہلے میں آپؐ سے جا کر ملوں گی۔“

5.4.7.1 روایت ہذا کے فوائد ونتائج:

ان دونوں بزرگ ہستیوں کے درمیان عداوت اور منافقت ہرگز نہیں۔ ورنہ ایک دوسرے کے پاس تشریف لے جانے کا کوئی مطلب نہیں ہے۔ دوسری چیز یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے ابو بکر صدیقؓ کے ہاں جا کر عام گفتگو نہیں کی بلکہ حدیث رسول اللہ ﷺ سنائیں ہیں۔ تیسرا یہ امر واضح ہوا کہ حضور ﷺ نے ایک راز دار چیز فاطمہؓ بطور پیش گوئی بیان کی ہوئی تھی۔ وہ راز جا کر انہوں نے صدیق اکبرؓ کو جا کر بتایا جو خوش خبری کے درجہ میں تھا۔ دوست دوستوں کا راز سن کر مسرور اور خوش ہوا کرتے ہیں۔ اسی بناء پر حضرت فاطمہؓ نے محبت کے انداز میں محبوب کی چیز محبوب کے محبوب کو جا کر سنائی۔ فسبحان اللہ علی حسن سلو کھم

13.Taḥavī, Abu Ja'far, Sharaḥ Ma'nī al-Ādhār, Maktabah Dehli,volume 1,p 298.

14.Imam Aḥmad, Masnad, Tabah Qadeem,N.D, Egypt,Volume 6,p 283.

5.4.8 فضائل صدیقؓ اور امیر المؤمنینؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ کی زبانی:

طبقات ابن سعد میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ:

"عن ابی سریحة سمعت علیا یقول علی المنبر الاان ابابکر اواہ منیب الا ان عمر ناصح اللہ فنصحه۔"[15]

"یعنی ابو سریحہ کہتا ہے کہ حضرت علیؓ سے میں نے سنا کہ منبر پر تشریف رکھتے ہوئے فرما رہے تھے کہ لوگو! یقیناً ابو بکر بڑے درد مند، نرم دل اور خدا کی طرف رجوع رکھنے والے تھے اور خبر دار! عمر بن خطابؓ کے دین کی خیر خواہی کرنے والے تھے، پس اللہ نے ان کی خیر خواہی کی۔"

5.5 حصہ فاروقی:

اس حصہ میں کتاب و سنت اور اسلامی تاریخ کی روشنی میں حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ اور حضرات حسنین شریفینؓ کے درمیان عمدہ تعلقات اور بہترین مراسم و روابط جدید انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔

5.5.1 صدیقؓ کے انتقال سے قبل کی صورت حال:

تمام مسلم امہ کو یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ جب ابو بکر صدیقؓ کے انتقال کا وقت قریب آ پہنچا تو آپؓ نے جہاں اور مختلف وصایا و نصائح اقارب و اجانب کو عطا فرمائے وہاں مسلمانوں کے مسئلہ خلافت کی طرف خصوصی توجہ دی۔ آپؓ نے یہ تدبیر کی کہ اپنا قائم مقام حضرت عمرؓ کو تجویز فرما کر حضرت عثمانؓ کے ہاتھوں مسلمانوں کے سامنے ایک تحریر پیش کی اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اس تحریر میں جس شخص کو آپ لوگوں کا امیر تجویز کیا گیا ہے کیا وہ آپ لوگوں کو منظور ہے؟ تو جواب میں سب لوگوں نے رضامندی ظاہر کی اور خاص طور پر حضرت علیؓ نے اعلان فرما دیا کہ اگر اس میں عمر بن الخطابؓ کو امیر بنایا گیا ہے تو بہتر ہے ورنہ ان کے بغیر ہم کسی دوسرے شخص کا خلیفہ و امیر بننا تسلیم نہیں کریں گے۔ چنانچہ اسی وقت ظاہر کر دیا گیا کہ مسلمانوں کیلئے امیر و خلیفہ حضرت عمرؓ ہی تجویز کر دیئے گئے ہیں۔ پس تمام مسلمانوں نے اس چیز کو تسلیم کر لیا اور اس مسئلہ پر رضامند ہو گئے اور حضرت علیؓ سمیت سب لوگوں نے حضرت عمرؓ کی بیعت کر لی۔[16]

یہاں پر عمر فاروقؓ کی وہ منقبت بیان کی جاتی ہے جو حضرت علیؓ سے بصورت القاب و اسماء منقول ہے۔ مختلف مواقع پر جو اسماء آپؓ نے بیان فرمائے تھے ان میں سے چند ایک کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے۔

1. رجل مبارک:

فاضل شعبیؒ نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عثمانؓ کی شہادت ہوئی تو لوگ دوڑ کر حضرت علیؓ کے پاس بیعت کیلئے پہنچے۔ اس وقت حضرت علیؓ نے فرمایا کہ:

"اس مسئلہ میں جلدی نہ کرو کیونکہ عمر بن الخطابؓ بڑے بابرکت آدمی تھے، انہوں نے ایک مجلس شوریٰ بنا کر وصیت کی تھی (یعنی مسئلہ خلافت کو جلدی سے نہیں طے کیا تھا) پس تم بھی مہلت سے کام لو اور لوگ جمع ہو کر مشورہ سے اس کو سرانجام دیں۔"[17]

---

15. Muḥammad Nāfi, Maūlānā, Ruḥmā-u-Baynahum,p 266.
16.Ibid, p 404.
17.Tabrī, Ibn-e- Jarīr, Tareekh Tabrī, Tabah Qadeem, Egypt,1335,Volume 5 ,p 156.

2. نجیب امت:

”عبداللہ بن ملیل نے حضرت علیؓ سے سنا آپؓ فرماتے تھے کہ ہر نبی کو اس کی امت میں سے سات عدد نجیب (یعنی مخلص و شریف)افراد عطا کیے گئے اور حضور ﷺ کی ذات گرامی کو اپنی امت سے چودہ عدد نجباء (یعنی شرفائے مخلصین)عنایت فرمائے گئے ہیں ان میں ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔“[18]

3. فاروق حق وباطل میں فرق کرنے والے تھے:

”نزال کہتے ہیں کہ ایک روز ہم حضرت علیؓ سے ملے حضرت خوشی و مسرت کی حالت میں تھے۔ ہم نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین! عمر بن الخطابؓ کے متعلق کچھ حال بیان فرمایئے۔ انہوں نے بیان فرمایا عمر بن الخطابؓ وہ بزرگ تھے جن کا نام اللہ نے فاروق (یعنی حق و باطل میں فرق کرنے والا) رکھا ہے۔ حضور ﷺ سے میں نے سنا کہ آپؐ فرماتے تھے اے اللہ! عمر کے ذریعے سے اسلام کو عزت اور غلبہ عطا فرما۔“[19]

اب حضرت عمرؓ اور ابن عمرؓ کی زبانی حضرت علیؓ کے گوناگوں مدائح و مراتب ذکر کیے جاتے ہیں۔

1. ”عبداللہ بن عمرؓ کے پاس ایک دفعہ نافع بن ازرق آکر کہنے لگا کہ میں علی بن ابی طالب کو مبغوض و ناپسند جانتا ہوں۔ یہ سن کر ابن عمرؓ اس کو خطاب کر کے فرمانے لگے اللہ تجھے ناپسند کرے اور مبغوض رکھے، تو ایسی شخص کے ساتھ بغض رکھتا ہے جس کی ایک نیکی جو ابتدائے اسلام میں صادر ہوئی تھی وہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔“[20]
2. ”حضرت عمرؓ کے پاس حضرت علیؓ کا ذکر ہوا تو اس وقت حضرت عمرؓ کہنے لگے کہ علی المرتضیٰؓ نبی کریم ﷺ کے داماد ہیں۔ جبرائیلؑ اللہ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کے ہاں حکم لائے تھے کہ اپنی لڑکی فاطمہؓ کا ان سے نکاح کر دیں۔“[21]
3. ”امالی“ شیخ صدوق (ابی جعفر محمد بن علی بن بابویہ قمی) میں حضرت علیؓ کی تعریف کا واقعہ حضرت عمرؓ سے مروی ہے: ”(حضرت علیؓ پر وارد شدہ الزامات کی تردید کرتے ہوئے) جب حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر (اعلان مودت کرتے ہوئے) فرمایا کہ کیا مومنوں کے متعلق میں زیادہ حقدار نہیں ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ بے شک ہیں! تو پھر فرمایا کہ جس کا میں دوست ہوں علی بھی اس کے دوست ہیں۔ یہ فرمان نبوت سن کر حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ سے کہنے لگے شاد باد خوش رہیے! آپ ہمارے اور ہر مسلمان کے محبوب ٹھہرے۔“[22]

18.Imam Ahmad,Masnad,Volume 1,p 142.

19.Abdul Raḥmān, Abu Farj, Tareekh Umar Bin Khataab ,Taba’ Egypt,1996,Volume 1,p 246.

20. Ibn-e-Abī Shaibah, Al-Muṣanif, ,Peer Jhanda,Sindh, n.d.Volume 4,p 203.

21.Muḥib Tabrī, Riaẓ-ul-Nuzrat,Taba’,Egypt, n.d. Volume 2,p 242.

22. Muḥammad Nāfi, Maūlānā, Ruḥmā-u-Baynahum,p 411.

5.5.2 عہد فاروقی میں مفتی و قاضی:

”ابو بکر صدیقؓ کے بعد عمر بن الخطاب خلیفہ اور والی حکومت ہوئے۔ وہ افتاء اور فتویٰ کیلئے ان حضرات (عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، عبد الرحمٰن بن عوف، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت رضوانؓ) کو بلاتے تھے۔“[23]

1. طبقات ابن سعد میں باسند مذکور ہے:

عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال خطبنا عمر فقال علی اقضانا و ابی اقرآنا۔“[24]

”ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ عمر بن الخطابؓ نے خطبہ دے کر فرمایا کہ علی المرتضیٰؓ ہمارے بہترین قاضی ہیں اور ابی بن کعبؓ ہمارے بہترین قاری ہیں۔“

2. ”عن شعیب عن ابراھیم النخعی قال لما ولی عمر قال لعلی رضی الله عنه اقضی بین الناس وتجرد للحرب۔“[25]

”یعنی جب حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ ہوئے ہیں اس وقت انہوں نے علی المرتضیٰؓ سے کہا کہ آپ لوگوں میں تنازعات کے فیصلے کیجیئے اور جنگی امور سے آپ علیحدگی اختیار کر لیں۔“

5.5.3 فاروقی عدالت میں مقدمات کی مرافعت:

اب یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ جب حضرت علیؓ کو خود کسی تنازعہ کا فیصلہ کرانے کی ضرورت پیش آتی تو وہ امیر المؤمنین عمر فاروقؓ کی خدمت میں مرافعت کرتے (یعنی مقدمہ لے جاتے) اور ان سے فیصلہ طلب کرتے تھے۔

5.5.4 مرافعہ کا ایک واقعہ:

صحاح ستہ کی کتابوں میں موجود ہے اس کو اجمالاً ذکر کیا جاتا ہے۔ ”کہ حضرت عباس بن عبد المطلب اور حضرت علیؓ دونوں نے اموال بنی نظیر و اموال فے کے متعلق حضرت عمرؓ کی عدالت میں اپنا تنازعہ پیش کیا (اور یہ تولیت و نگرانی و تصرف کے متعلق تنازعہ تھا)۔ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس جائیداد و غیرہ کو آپ لوگوں میں مالکانہ حقوق دے کر تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اس کی آمدنی و منافع آپ حضرات کے درمیان ان اموال کی نگرانی بھی قابل نزاع ہو رہی ہے تو یہ مجھے واپس کر دیں۔ میں خود نگرانی کا انتظام کروں گا اور اس کی آمدنی آپ لوگوں کو باقاعدہ حاصل ہوتی رہے گی۔“[26]

23.Ibn-e- Sa’d, Tabqāt Ibn-e- Sa’d, Laidan,1322,Taba’ 1,Volume 2,p 109.

24.Ibid,p 102.

25.Abdul Rehman,Abu Furj,Tareekh Umar Bin Khataab, p 63.

26.Bukhari,Muhammad Bin Ismail (AS),Bukhari Sharif, Deccan,Taba’at 1, n.d. Volume,2 ,p 435-436.

5.5.5 مسائل شرعیہ میں مشورے اور باہمی تلقین:

حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے درمیان علمی مذاکرات کا سلسلہ جاری رہتا تھا آپس میں دینی مسائل کی دریافت ہوتی رہتی تھی۔ حضرت علیؓ خلافت میں چونکہ قاضی کے عہدہ پر فائز تھے اس وجہ سے کئی مسائل بطور فیصلہ کیلئے آپؓ کے پاس لائے جاتے تھے۔ اور مزید اس کے علاوہ حضرت فاروق اعظمؓ پیش آمدہ کئی نئے مسائل میں اکابر صحابہ کرامؓ سے مشورے لیتے تھے۔ مگر اس سلسلہ میں حضرت علیؓ کے مشورہ کو بہت دفعہ مصیب اور درست قرار دے کر اس پر عملدرآمد کا فیصلہ دیتے تھے۔[27]

5.5.6 انتظامی امور میں مشورے:

1. فاروقی وظیفہ کے متعلق مشورہ:

جب حضرت عمر فاروقؓ خلیفۃ المسلمین و امیر المؤمنین مقرر ہوئے تو ان کی سابقہ تجارت کا شغل متروک ہو گیا۔ آپؓ کے وظیفہ کیلئے صحابہ کرامؓ کے درمیان آپس میں مشورہ طے ہوا۔ طبقات ابن سعد اور تاریخ طبری میں اس واقعہ کا مفہوم اس طرح مذکور ہے کہ: ”صحابہ کرامؓ کی طرف حضرت عمرؓ نے آدمی بھیجا اور اس مسئلہ (وظیفہ) کے لیے مشورہ طلب کیا اور فرمایا کہ میری گزران تجارت کے ذریعے سے تھی، تم نے مجھے اس شغل سے روک کر اس خلافت کے کام میں مصروف کر دیا ہے۔ اب بیت المال سے میرے لیے کیا کچھ لینا جائز ہے؟ سیدنا عثمانؓ اور سعید بن زیدؓ نے رائے دی کہ آپ اس مال سے خود بھی کھا سکتے ہیں اور دوسروں کو بھی دے سکتے ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا: آپ کا کیا مشورہ ہے؟ حضرت علیؓ نے کہا کہ آپ اپنا خرچہ اور بال بچوں کے مصارف لے سکتے ہیں اور بس۔ حضرت علیؓ کا مشورہ منظور کر لیا گیا۔“[28]

2. اسلامی تاریخ کے متعلق مشورہ:

عیسائیوں میں عیسیٰؑ کی ولادت سے عیسوی (میلادی) چلا آرہا تھا۔ حضرت عمر فاروق اعظمؓ کے دور خلافت میں مہاجرین اور دیگر حضرات کی درمیان مشورہ ہوا کہ مسلمانوں کا سال تاریخی کس وقت سے شروع کیا جائے گا۔ بعض لوگوں نے کچھ مشورہ دیا اور بعض نے کچھ۔

”مطلب یہ ہے کہ حضرت امیر المؤمنین عمر فاروقؓ نے مہاجرین اور دیگر بزرگوں کو جمع کر کے اسلامی تاریخ چلانے کی غرض سے مشورہ طلب کیا۔ بعض نے رائے دی کہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت سے تاریخ جاری کی جائے اور بعض نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت اور مبعث سے تاریخ شروع کی جائے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے بمع دیگر احباب کے یہ مشورہ دیا کہ ہجرت نبویؐ کے روز سے (جب مکہ سے مدینہ کی طرف سفر ہوا تھا) یہ تاریخ چلائی جائے، اس لیے کہ یہ سفر مولد نبویؐ اور بعثت نبویؐ سے زیادہ مشہور ہے اور ہر ایک شخص کو معلوم ہے۔ بس اس آخری مشورہ کو حضرت عمر فاروقؓ نے پسند فرمایا اور اسی سال ہی ابتداء ہجرت نبویؐ سے اسلامی تاریخ جاری کرنے کا حکم فرمایا۔“[29]

5.5.7 حضرت عمرؓ کی شادی میں حضرت علیؓ کی شمولیت:

”حضرت عمرؓ نے مسماۃ عاتکہؓ بنت زید بن عمرو بن نفیل کے ساتھ ۱۲ھ میں شادی کی اور آپ نے ولیمہ کیا اور دوست احباب کو مدعو کیا۔ ان میں حضرت علیؓ کو بھی شریک دعوت کیا۔ (خوردونوش سے فراغت کے بعد) خوش طبعی کے طور پر حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ

---

27. Muḥammad Nāfi, Maūlānā, Ruḥmā-u-Baynahum,p 453.
28.Tibrī,Ibn-e- Jarer,Tareekh Tabrī,p 164.
29. Muḥammad Nāfi, Maūlānā, Ruḥmā-u-Baynahum, p 469.

عاتکہ (مذکورہ) سے کلام و تکلم کی اجازت ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایاہاں ٹھیک ہے۔ حضرت علیؓ نے خانگی پردہ سے باہر رہتے ہوئے عاتکہ کو اس کے چند اشعار یاد دلائے (جو اس نے اپنے سابق خاوند عبد اللہ بن ابی بکرؓ کی وفات پر غم کی حالت میں کہے تھے) پہلا شعر یہ ہے:

فالیت لا تنفك عینی حزینة
علیك ولا اینفك جلدی اغبرا

”یعنی اے زوج میں نے قسم کھار کھی ہے کہ میری آنکھ تجھ پر ہمیشہ غمناک رہے گی اور میرا جسم ہمیشہ غبار آلود رہے گا۔“

تو عاتکہ اس یاد دہانی پر رونے لگیں، حضرت عمرؓ نے یہ سنا تو حضرت علیؓ سے کہا کہ اے ابو الحسن (آپ اس کو غمناک کر رہے ہیں) عورتیں تو اسی طرح کرتی ہیں (یعنی سابقہ چیز کو فراموش کر کے نیا معاملہ کر لیتی ہیں)۔“[30]

5.5.8 حضرت ام کلثومؓ بنت علیؓ کے ساتھ عمرؓ کا عقد:

”امام زین العابدین (علی بن الحسینؓ) فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے ان کی لڑکی ام کلثومؓ کا نکاح طلب کیا۔ علی المرتضیٰؓ نے جواب دیا کہ میں نے اپنے برادر زادہ عبد اللہ بن جعفر کیلئے یہ رشتہ محفوظ کیا ہے تو حضرت عمرؓ نے کہا آپ مجھے نکاح کر دیں، اللہ کی قسم میں اس کی ایسی نگہداشت کروں گا کہ جس طرح کوئی دوسرا حفاظت نہ کر سکے گا۔ اس پر حضرت علیؓ نے ام کلثومؓ کا نکاح کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ مہاجرین کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ تم مجھے مبارک باد نہیں دیتے ہو؟ انہوں نے کہا کس چیز کی مبارک باد پیش کریں؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ علی المرتضیٰؓ اور فاطمہؓ کی بیٹی ام کلثومؓ کے ساتھ نکاح کی مسرت میں مبارک دیجیئے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپؐ نے فرمایا کہ ہر نسبت و سبب قیامت کے روز منقطع ہوں گے مگر میرے ساتھ نسب کا تعلق ختم نہیں ہو گا۔“[31]

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پسند کیا کہ حضور ﷺ کے خاندان کے ساتھ میرا نسبی تعلق قائم ہو جائے۔“

جس طرح حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان رشتہ مؤدت اور دوستی بالدوام قائم تھا اسی طرح ان کی اولاد کے درمیان بھی یہ تعلقات بہترین طریقہ سے ثابت شدہ ہیں۔

حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبد اللہ بن عمرؓ سے حسنین شریفینؓ کے فضائل مروی ہیں۔ چنانچہ بخاری شریف جلد اول، کتاب الفضائل، مناقب الحسن والحسینؓ کا ایک واقعہ درج ہے کہ: ”ایک بار ایک عراقی شخص نے ابن عمرؓ سے مسئلہ دریافت کیا کہ احرام کی حالت میں کوئی شخص مکھی یا مچھر مار ڈالے تو کیا حکم ہے؟ اور اس کی کیا سزا ہے؟ ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ عراقی لوگ مکھی و مچھر کے قتل پر مسئلے دریافت کرتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے نبی ﷺ کی صاحبزادی کے لڑکے کو قتل کر ڈالا اور حضور ﷺ نے ان کے حق میں فرمایا تھا کہ یہ دونوں دختر زادے ہماری اس عالم کی خوشبو میں سے بہترین خوشبو ہیں۔“[32]

نبی ﷺ کے عم محترم حضرت عباسؓ کے ساتھ حضرت عمرؓ کے تعلقات اور باہم عقیدت مندی کے چند ایک واقعات کا اب ذکر کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی حضرت عمرؓ کے اور حضرت علیؓ کے چچازاد بھائی عبد اللہؓ بن عباسؓ کے باہمی روابط اور مراسم کا بھی تذکرہ کیا جاتا ہے۔

30.Ibid,p 505-506.
31.Neesha Poori, Abdullah Hākim,Mustadrak,(Taba’ Deccan, n.d. Volume 3),p 142.
32. Bukhari,Muhammad Bin Ismail (AS),Bukhari Shareef,p 530.

5.5.9 طلب باراں میں توسل:

"انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ جب لوگوں میں قحط پڑ جاتا تو حضرت عمرؓ، حضرت عباس بن عبد المطلبؓ کے ساتھ توسل کرتے ہوئے اللہ سے بارش طلب کرتے تھے اور جناب باری تعالیٰ کی خدمت میں عرض کرتے کہ اے اللہ! ہم تیری طرف تیرے نبی کے ذریعے توسل پکڑتے تھے تو تو ہمیں بارش عنایت فرما دیتا تھا۔ اب ہم اپنے نبی ﷺ کے چچا کے ذریعہ تیری جناب میں توسل کرتے ہیں تو ہمیں باران رحمت عنایت فرما۔ انسؓ کہتے ہیں کہ (اس طرح کرنے سے بارش برستی تھی) اور لوگوں کو پانی مل جاتا تھا۔"[33]

5.5.10 حضرت عباسؓ کا مقام فاروقِ اعظمؓ کی نظر میں:

"جب اہل شام نے فلسطینیوں کے خلاف حضرت امیر المؤمنین عمرؓ سے (مرکزی) امداد طلب کی تو حضرت عمرؓ ان کی مدد کے لیے مدینہ منورہ سے نکلے اور حضرت علیؓ کو مدینہ پر اپنا خلیفہ اور قائم مقام بنایا۔ اس وقت حضرت علی المرتضیٰؓ نے حضرت فاروقؓ کو (خیر خواہانہ) طور پر ذکر کیا کہ آپ بذات خود کہاں تشریف لے جانا چاہتے ہیں؟ آپ جس دشمن کا ارادہ کر رہے ہیں وہ ایک کتے کی مثال ہے (یعنی جس طرح کتے کے حملہ سے احتیاطاً بچاؤ رکھا جاتا ہے اس طرح آپ کو بچاؤ رکھنا چاہیے) حضرت عمرؓ نے (جواباً ایک عجیب نکتہ بیان کرتے ہوئے فرمایا) میں حضرت عباسؓ کی زندگی میں جہاد کی طرف مبادرت اور جلدی کرنا چاہتا ہوں، اگر (خدانخواستہ) حضرت عباسؓ تم سے مفقود ہو گئے تو تم پر شر ٹوٹ پڑے گی جیسے رسی ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے۔"[34]

اس کے بعد حضرت عمرؓ اور عبد اللہ بن عباسؓ کے باہم تعلقات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

5.5.11 فاروقی مشوروں میں ابن عباس کا شمول:

طبقات ابن سعد میں ہے کہ: "عبد اللہ بن عباسؓ کہتے ہیں ایک روز میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں گیا۔ یمن سے یعلیٰ ابن امیہ نے ایک مسئلہ کی صورت دریافت کیلئے ارسال کی تھی۔ مجھ سے حضرت عمر فاروقؓ نے وہ صورت دریافت کی۔ میں نے اس کا صحیح جواب دیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں اس کی شہادت دیتا ہوں کہ آپ خانہ نبوت سے کلام کرتے ہیں (یعنی آپ کا علم صحیح اور درست ہے)۔"[35]

5.5.12 حضرت عمرؓ کا ابن عباسؓ کی عیادت کرنا:

طبقات ابن سعد میں ہے کہ:

"عبدالرحمٰن بن ابی زناد عن ابیه عن عمر رضی الله عنه بن الخطاب دخل علی ابن عباس رضی الله عنه یعوده وهو یحم فقال عمر رضی الله عنه اخل بنا مرضك فالله المستعان"۔[36]

ایک دفعہ ابن عباسؓ بخار کی تکلیف سے بیمار ہوئے ان کی بیمار پرسی کیلئے حضرت عمرؓ تشریف لے گئے۔ فرمانے لگے اے ابن عباسؓ، آپ کی بیماری نے ہمارے کام میں خلل اور نقصان ڈال دیا۔

---

33. Bukhari,Muhammad Bin Ismail (AS),Bukhari Shareef, p 137.
34. Muḥammad Nāfi, Maūlānā, Ruḥmā-u-Baynahum, p 574.
35.Ibid,p 580.
36. Ibn-e- Sa’d,Tabqat Ibn-e- Sa’d,p 122-123.

5.5.13 عبداللہ بن عباسؓ کی زبانی فاروق اعظمؓ کی مدح سرائی:

"ابن عباسؓ بن عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ ابو حفص (عمرؓ بن الخطاب) پر اللہ رحم فرمائے، اللہ کی قسم وہ اسلام کے ساتھ عہد و پیمان رکھنے والے تھے۔ یتیموں کے ماوی اور جائے پناہ تھے، احسان کرنے میں انتہا کو پہنچنے والے تھے، ایمان کے مرکز تھے، ضعیفوں کو پناہ دینے والے تھے۔ راست کار وراست باز لوگوں کے لیے جائے پناہ تھے، صبر کے ساتھ ارادہ خیر رکھتے ہوئے اللہ کے حقوق کو ادا کرنے کیلئے قائم رہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے دین کو واضح کر دیا اور شہروں کو فتح کر ڈالا اور خدا کے بندوں کو پناہ دی۔ جو شخص حضرت عمرؓ کی تنقیص و عیب جوئی کرے اس پر قیامت تک اللہ کی لعنت ہو۔"[37]

5.6 حصہ عثمانی:

اس حصہ میں خلیفہ ثالث سیدنا حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت علیؓ اور ان کے خاندان کے درمیان خوشگوار تعلقات اور باہمی احترام واکرام کے مراسم ایک ترتیب سے ذکر کئے گئے ہیں۔

5.6.1 مادر حضرت عثمانؓ بن عفان کا رشتہ:

حضرت عثمانؓ کا شجرہ نسب اس طرح ہے:۔ ابو عبداللہ عثمانؓ ذوالنورین بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف اور آپ کی والدہ کا نام اروی بنت کریز ہے۔ اور اروٰی کی والدہ (یعنی حضرت عثمانؓ کی نانی) کا نام ام حکیم البیضاء بنت عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہے۔

5.6.2 روابط نسبی:

1. ام حکیم البیضاء بنت عبدالمطلب بن ہاشم (جو حضور ﷺ کے والد شریف عبداللہ کی توام ہیں اور نبی کریم ﷺ کی عمہ محترمہ (پھوپھی) ہیں اور حضرت علیؓ کی بھی عمہ محترمہ ہیں) حضرت عثمانؓ کی سگی نانی ہیں۔
2. یعنی حضرت عثمانؓ ام حکیم بیضاء کے نواسے ہیں اور حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب عمۃ النبی ﷺ کی بھانجی (یعنی خواہر زادی) کے بیٹے ہیں۔ اور حضرت صفیہؓ حضرت عثمانؓ کی ماں کی حقیقی خالہ ہیں۔
3. حضرت علیؓ کے والد ابو طالب حضرت عثمانؓ کی ماں کے ماموں ہیں اور حضرت عثمانؓ کی ماں (اروٰی) ان کی بھانجی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کی والدہ بنی ہاشم کی نواسی ہیں یعنی ان کے ننھیال والے بنی ہاشم تھے۔ اس بنا پر یہ رشتے حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ کے درمیان قائم و دائم ہیں۔[38]

37.Masoodi, Marwaj Al-Dhahb, (Taba’ Iran,n.d. Volume 5),p 60.

38. Muḥammad Nāfi, Maūlānā, Ruḥmā-u-Baynahum, p 625.

5.6.3 ذوالنورین کا لقب:

حضور ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہؓ و حضرت ام کلثومؓ (جن کی والدہ محترمہ حضرت خدیجہؓ) ہیں یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آئیں۔ اس دوہرے رشتہ کی بنا پر حضرت عثمانؓ کو امت نے "ذوالنورین" کے لقب سے یاد کیا۔ یعنی نبی ﷺ کے دو نور نظر یکے بعد دیگرے آپؓ کو نکاح میں نصیب ہوئے۔

5.6.4 مسئلہ بیعت:

حضرت علی المرتضیٰؓ نے جس طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ بخوشی و رضا تعجیلاً بیعت خلافت کی تھی، ٹھیک اسی طرح حضرت سیدنا عثمانؓ کے ساتھ بھی حضرت علیؓ نے بغیر جبر و اکراہ کے بیعت کی تھی۔

5.6.5 حضرت عثمانؓ کا حضرت علیؓ کے نکاح کا شاہد و گواہ ہونا:

"حضرت علیؓ کے نکاح کے لیے جو مجلس منعقد ہوئی اس میں دیگر صحابہ کرامؓ کے ساتھ حضرت عثمانؓ کو بھی مدعو کیا گیا اور نکاح ہذا (علی المرتضیٰؓ کی تزویج حضرت فاطمہؓ کے ساتھ ہونے کا) گواہ اور شاہد قرار دیا گیا۔ فریقین کی کتابوں میں یہ واقعہ مذکور ہے۔"[39]

5.6.6 حضرت عثمانؓ کے مومن، صالح، متقی، محسن ہونے کی مرتضوی شہادت:

حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ ان کی جماعت کے ایک شخص نے آپؓ سے سوال دریافت کیا کہ اگر لوگ مجھ سے سوال کریں کہ آپ کے امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کے متعلق کیا خیالات ہیں؟ تو میں جواب میں کیا ذکر کروں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ:

عثمانؓ کے حق میں میرا بہت عمدہ خیال ہے۔ یقیناً عثمانؓ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے حق میں قرآن مجید میں اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ: "وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے، پھر پرہیز گاری کی اور یقین کیا، پھر تقویٰ اختیار کیا اور نیکو کاری کی، اللہ نیکو کاری کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"[40]

5.6.7 امت میں مقام عثمانؓ کا تعین حضرت علیؓ کی زبان سے:

"عبد خیر ذکر کرتا ہے کہ (ایک دفعہ) حضرت علیؓ نے خطبہ دے کر فرمایا کہ نبی اقدس ﷺ کے بعد تمام لوگوں سے افضل ابو بکرؓ ہیں اور ان کے بعد سب سے افضل عمر بن الخطابؓ ہیں۔ اگر میں تیسرے شخص کا ذکر کروں تو کر سکتا ہوں۔

"عبد خیر کہتا ہے کہ میں نے خیال کیا تیسرا شخص کون ہے؟ یہ چیز میں نے حضرت حسینؓ سے دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ میرے دل میں بھی یہ بات گزری تھی۔ پھر میں نے امیر المؤمنین علیؓ سے خود دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے جس کو لوگوں نے ذبح کر ڈالا جیسے گائے ذبح کی جاتی ہے۔ (یعنی افضلیت میں تیسرے شخص عثمانؓ ہیں جن کو باغیوں نے وحشت ناک کیفیت سے شہید کر دیا)"۔[41]

39.Muhib Tabrī, Zakhair Ul-Ukbaa,Maktabah Muqadssi, Taba’ Egypt,1356 A.H. ,p 241.

40.Al-Maida,5:93.

41.Abdullah,Abi Bakar,Al-Masahif, Taba’ Egypt n.d.,p 35,36.

5.6.8 خلافت عثمانی میں حضرت علیؓ کا قرآن سنانا:

”قتادہ نے حسنؓ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے دوران حضرت علی بن ابی طالبؓ نے ہمیں بیس راتیں (تراویح) کی امامت کرائی اور نماز پڑھائی، پھر (بقایا راتوں میں) رک گئے (نہ تشریف لائے)۔ بعض لوگ کہنے لگے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ الگ ہو کر اپنی عبادت میں لگ گئے۔ پھر ابو حلیمہ معاذ القاری نے ان لوگوں کی امامت کرائی وہ دعائے قنوت پڑھتے تھے۔“[42]

5.6.9 حضرت عثمانؓ کا حضرت علیؓ کو کھانے کی دعوت دینا:

حدیث کی مشہور کتاب سنن ابی داؤد، جلد اول، ابواب الحج میں دعوت کا واقعہ بذا مذکور ہے:

”حضرت امیر المؤمنین عثمانؓ کی طرف سے طائف کے علاقہ پر الحارث نامی ایک شخص امیر تھا۔ اس نے حضرت عثمانؓ کیلئے کھانا تیار کر کے ارسال خدمت کیا۔ کھانے میں چکور وغیرہ پرندے اور جنگلی حلال جانور (گورخر وغیرہ) پکے ہوئے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کی طرف آدمی بھیجا کہ کھانا کھانے کیلئے تشریف لائیے۔ اس وقت حضرت علیؓ اپنے اونٹوں کے لیے درختوں کے پتے جھاڑ کر ہاتھ صاف کر رہے تھے۔ عرض کیا گیا کھانا تیار ہے، تناول فرمائیے۔ آپؓ نے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ جو لوگ احرام نہیں باندھے ہوئے (غیر محرم ہیں) ان کو یہ کھانا کھلائیے۔ ہم لوگ احرام باندھے ہوئے ہیں (محرم کیلئے شکار کے گوشت کا کھانا درست نہیں)۔“[43]

5.6.10 حضرت امام حسنؓ کا بیان:

”ایک دفعہ کوفہ میں حضرت امام حسنؓ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا، فرمایا کہ اے لوگو! رات کو میں نے عجیب خواب دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر قائم ہیں۔ سردار دو عالم ﷺ تشریف لائے عرش کے ایک پایہ کے پاس قیام فرما ہوئے۔ پھر ابو بکرؓ تشریف لائے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کے دوش مبارک پر اپنا ہاتھ رکھا۔ پھر حضرت عمرؓ آئے انہوں نے ابو بکرؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ پھر عثمان بن عفانؓ آئے (بروایت دیگر) انہوں نے عمرؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ پھر عثمان بن عفانؓ اپنا سر بریدہ ہاتھ میں لیے ہوئے تھے اور آکر عرض کیا کہ یا اللہ اپنے بندوں سے دریافت فرمائیے کہ کس بنا پر انہوں نے مجھے قتل کر ڈالا؟ پھر حضرت امام حسینؓ فرمانے لگے کہ آسمان سے زمین کی طرف خون کے دو میزاب (پرنالے) اترتے دکھائی دیے (کہا گیا یہ خون عثمانؓ ہے اس کا مطالبہ ہو گا)۔ اس کے بعد حضرت علیؓ سے لوگوں نے کہا کہ آپ دیکھتے نہیں کہ حسنؓ کیا بیان کر رہے ہیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جو کچھ دیکھا ہے وہی بیان کر رہے ہیں۔“[44]

5.6.11 حضرت امام زین العابدینؒ کا بیان:

”(ایک دفعہ) زین العابدینؒ کے پاس عراق کی ایک پارٹی آئی اور ابو بکر صدیقؓ، عمر اور عثمانؓ کے حق میں طعن و اعتراضات کیے۔ جب وہ مطاعن سے فارغ ہوئے تو زین العابدینؒ نے فرمایا کہ یہ بتلاؤ کیا تم اولین مہاجرین میں سے ہو جن کے حق میں قرآن مجید میں آیا ہے کہ وہ اپنے

42.Al-Marozi,Muhammad Bin Nasar,Qayyam Ul-Lail &Qayyam Ramzan &Al-viter(N.C, n.d.),p 155.

43.Abi Daud,Sunnan,Matba’ Mujtabāī, Dehli, n.d. Volume 1,p 263.

44.Dehlvi,Shah Wali Allah Muhaddis, Azāla Tul Khafā Un Khilāfat Ul Khifā,Taba’ Qadeem ,Barelī, 9107,Volume 1,p 107.

مکانات وجائیدادوں سے نکال دیے گئے، محض اللہ کی رضامندی اور فضل کے طلبگار تھے ااور اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی مدد کرتے تھے وہ لوگ صادق ومخلص تھے؟ عراقیوں نے جواب دیا کہ ہم ان سے نہیں ہیں۔

پھر زین العابدین نے دریافت کیا کہ تم وہ لوگ ہو جن کے متعلق کتاب اللہ میں مذکور ہے کہ جنہوں نے دارالاسلام مدینہ کو وطن بنایا اور مہاجرین میں سے پہلے انہوں نے ایمان میں جگہ پیدا کی جو ان کی طرف ہجرت کرکے آئے اس کو پسند کرتے ہیں اور اپنے دلوں میں کوئی خلش نہیں محسوس کرتے اس چیز سے جو مہاجر دیے جائیں۔ اپنے نفسوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان کو تنگی ہو؟ عراقی کہنے لگے کہ ہم ان میں سے بھی نہیں ہیں!

سیدنا زین العابدین نے فرمایا کہ تم نے ان دونوں فریق میں سے ہونے سے بیزاری اختیار کی اب میں تمہارے حق میں گواہی دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے بھی ہرگز نہیں جن کے لیے خدا تعالیٰ فرمان دیتا ہے (جو لوگ بعد میں آئے کہتے ہیں اے اللہ ہم کو اور ہمارے سابق ایمان لانے والے بھائیوں کو بخش دے اور ہمارے قلوب میں مومنوں کے حق میں کھوٹ اور کینہ نہ ڈال دینا)۔ تم ہمارے یہاں سے نکل جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ وہی معاملہ کرے جس کے تم اہل ہو۔"[45]

5.6.12 اجرائے احکام میں حضرت عثمانؓ وعلی المرتضیٰؓ کا عملی تعاون:

قبل ازیں بھی یہ چیز واضح کی گئی ہے کہ ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں قضاء کے عہدہ پر حضرت علیؓ مامور و متعین کیے جاتے تھے۔ جب حدود اللہ جاری کرنے کی ضرورت پیش آتی تو کئی دفعہ یہ خدمت حضرت علیؓ کی نگرانی میں انجام پاتی تھی۔ تو اسی طرح حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں معاملات کے فیصلے اور اجرائے احکام کی ضرورت پیش آتی تو حضرت علیؓ کو ان مواقع میں شامل رکھا جاتا تھا۔ اور حد جاری کرنے، جرائم قبیحہ پر سزا دینے کا موقع پیش آتا تو حضرت عثمانؓ بھی کئی بار یہ کام حضرت علیؓ کے سپرد فرمایا کرتے تھے۔[46]

5.6.13 چشم تلف کردینے کا ایک مقدمہ:

شیعہ علماء نے اس واقعہ کو فروع کافی میں امام جعفر صادقؒ سے نقل کیا ہے۔

”حضرت جعفر صادقؒ کہتے ہیں کہ قبیلہ قیس کا ایک شخص اپنے مولیٰ کے ساتھ حضرت عثمانؓ کے پاس تنازع لے کر آیا کہ اس نے یعنی مولیٰ نے اس کی آنکھ پھاڑ ڈالی ہے آنکھ سے بینائی جاتی رہی ہے اس میں پانی بھر گیا لیکن آنکھ اپنی جگہ موجود تھی۔

حضرت عثمانؓ نے (مصالحت کی کوشش کرتے ہوئے) فرمایا کہ میں تجھے (آنکھ کے عوض میں) دیت دلاتا ہوں۔ اس شخص نے عوضانہ لینے سے انکار کر دیا۔ جعفر صادق کہتے ہیں کہ عثمانؓ نے ان دونوں کو علی بن ابی طالبؓ کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ آپ ان کا فیصلہ کریں۔

حضرت علیؓ نے بھی پہلے دیت ا(یعنی جرم کا عوضانہ) دینا چاہا وہ انکاری ہوا حتیٰ کہ وہ دیتیں (دوگنا عوضانہ) اس کو دینے کیلئے تیار ہوئے مگر اس شخص نے قصاص لینے کے بغیر کوئی چیز قبول نہ کی۔"[47]

45.Arbalī, Ali Bin ‘Esa, Kashf Al Ghumma Fi Ma’rfat Ul Āima,Taba’ Tehran,687, n.d. Volume 2),p 267.

46. Muḥammad Nāfi, Maūlānā, Ruḥmā-u-Baynahum,p 683.

47.Muhammad Bin Ya’qoob, Faro’ Kāfī, Taba’ Naul Kishwar, Lucknow,1886, Volume 3,p 175.

5.6.14 خلافت عثمانی میں ہاشمی حضرات کے عہدے اور مناصب:

سابقہ واقعات سے معلوم ہوا کہ اجرائے احکامات کے سلسلہ میں عہد عثمانی میں حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ کے ساتھ دست راست کے طور پر کام آتے تھے۔ اب یہاں یہ ذکر کی جاتی ہے کہ عثمانی خلافت میں دیگر ہاشمی بزرگوں کو بھی (جو حضرت علیؓ کے چچازاد بھائی ہیں اور حضور ﷺ کے بھی عم زاد برادران ہیں) عہدہ قضاء پر قاضی تجویز کیا جاتا تھا اور وہ بخوشی اس منصب کو قبول کر کے نظام خلافت میں شریک کار رہتے تھے۔ اور بعض اوقات ہاشمی نوجوانوں کو اہم مواضع کا والی وحاکم بنایا جاتا تھا۔ وہ حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوتے تھے اور نظام حکومت میں شامل ہو کر عمدہ نظم قائم رکھتے تھے۔

5.6.15 حضرت عباس بن عبد المطلبؓ کا احترام:

سیدنا حضرت عباسؓ جس طرح حضرت علیؓ کے عم محترم ہیں اسی طرح حضور ﷺ کے بھی چچا ہیں۔ آپؓ بنی ہاشم کے اکابر بزرگ ہیں ۔ نبی کریم ﷺ ان کی حد درجہ تعظیم فرماتے تھے اور ان کے اکرام کا پورا پورا خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ روایات کی کتابوں میں منقول ہے کہ:
”رسول اللہ ﷺ عباس بن عبد المطلب کا اجلال و احترام کرتے تھے، جیسے اولاد اپنے والد کی عزت و توقیر کرتی ہے۔ اور آپؐ فرماتے تھے کہ حضرت عباسؓ ہمارے آباؤ اجداد کے بقایا ہیں۔ (یہ باقی رہ گئے ہیں دوسرے فوت ہو چکے ہیں)۔“[48]

حضرت عثمانؓ کے دور خلافت کے زمانہ میں ایک شخص نے حضرت عباسؓ کی توہین کی، جس وجہ سے حضرت عثمانؓ نے اس کو سزا دی تھی۔ طبری اور کنز العمال میں یہ قصہ درج ہے۔

5.6.16 حضرت عثمان ذوالنورینؓ نے حضرت عباسؓ کی نماز جنازہ پڑھائی:

”۳۲ھ (بتیس ہجری) ۱۲ رجب یا (عند البعض) رمضان المبارک بروز جمعہ مدینہ طیبہ میں حضرت سیدنا عباس بن عبد المطلبؓ کا انتقال ہوا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت سے قریباً دو برس قبل یہ واقعہ پیش آیا۔ نماز جنازہ حضرت ذوالنورین عثمانؓ نے پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ اٹھاسی (۸۸) سال کی عمر پائی۔“[49]

5.6.17 جنازہ عثمانی و دفن وغیرہ میں حضرت علی و اولاد علیؓ کی شمولیت:

مؤرخین نے اپنی طرز نگارش کے مطابق اس موقع پر بھی کئی رطب دیا ہے بس مختلف قسم کی روایات جمع کر ڈالی ہیں تاہم یہ چیزیں بھی ذکر کی ہیں کہ حضرت عثمانؓ مظلوم کے متعلقہ آخری مراحل میں حضرت علی المرتضیٰؓ و سیدنا حسنؓ نے شامل ہو کر حق رفاقت ادا کیا۔
ذیل میں مقصد ہذا کو بیان کرنے والی روایت کا مفہوم اس طرح ہے۔ ”مروان، زید بن ثابت، طلحہ، علی بن ابی طالب، حسن بن علی، کعب بن مالکؓ، اور بھی جو لوگ عثمانؓ کے ساتھیوں میں سے تھے۔ عثمانؓ کے مکان پر پہنچے اور کچھ لڑکے اور عورتیں بھی (جنازہ کیلئے) آ ملے۔ حضرت عثمانؓ کو گھر سے باہر لائے۔ مروان بن حکم نے نماز جنازہ پڑھائی اس کے بعد یہ تمام احباب جنازہ کو بقیع کے مقام میں لائے جو حش کوکب کے قریب تھا وہاں دفن کر دیا۔“[50]

---

[48] Ibn-e-Kaseer,Al-Bidayah Wa AL-Nahayah,Taba' Beirut Baril,1324,Volume7),p 161.

[49] Ibn-e- Sa'd,Tabqat Ibn-e- Sa'd, p 86.

[50] Muḥammad Nāfi, Maūlānā, Ruḥmā-u-Baynahum,p 730.

مولانا نافعؒ کی تالیف "رحماء بینھم" کے حصہ اول (صدیقی) اور حصہ دوم (فاروقی) کے بعد اب حصہ سوم (عثمانی) بحمدہ تعالیٰ تمام ہو گیا۔

کتاب کے ہر سہ (۳) حصص پر نظر کرنے سے یہ واضح ہو تا ہے کہ حضرات خلفائے ثلاثہؓ اور حضرت علیؓ (مع ان کے خاندان) کے درمیان اخوت و بھائی چارہ، دینی محبت و اسلامی قائم تھی۔ ان حضرات میں کوئی عداوت و عناد نہ تھا (نہ مسئلہ خلافت میں اور نہ غیر خلافت میں)۔ کتاب اللہ (قرآن مجید) اس پر شاہد عادل ہے اور کتاب ہذا کے ہر سہ کے حصہ مندرجات اس مسئلہ پر مستقل گواہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

6. نتائج بحث:

مولانا نافع کی تالیف رحماء بینھم عالمِ اسلام کی مستند تالیف ہے۔ یہ کتاب اپنے مضمون اور موضوع کے اعتبار سے از خود مشہور ہے۔ جیسا کہ کتاب کے شروع میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کتاب ہذا کا نام قرآن مجید سے اقتباس کرتے ہوئے "رحماء بینھم" تجویز کیا گیا ہے اس کتاب کا مضمون و موضوع خود اس کے نام سے واضح ہو رہا ہے اس کیلئے مزید کسی تشریح کی ضرورت نہیں (یعنی نبی کریم ﷺ کے یہ ساتھی آپس میں مہربان ہیں)۔ مولانا نافع کا اس کتاب کو تالیف کرنے کا مقصد صرف اور صرف کم علم رکھنے والوں کو خلفائے راشدین کا اصل مقام اور ان ہستیوں کے آپس میں تعلقات و مراسم سے روشناس کرانا تھا۔ اس کتاب کے آغاز میں جو پانچ تمہیدات بیان کی گئی ہیں ان کو پڑھنے سے ہی اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اور ان تمہیدات کے بعد کتاب کے تینوں حصوں میں چاروں خلفائے راشدین کے دورِ خلافت و ملوکیت اور ان کے آپس میں بھائی چارہ کو صاف و شفاف طریقے سے روزِ روشن کی طرح واضح کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنے سے قاری کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو جاتی ہے کہ خلفائے راشدین کا اصل مقام کیا ہے اور ان کے آپس میں تعلقات کیا تھے۔ مصنف نے کسی بھی مسلک کی دل آزاری نہیں کی ہے تمام مسالک کے ساتھ اعتدال کی راہ کو اپنایا ہے۔ اور چاروں خلفاء کیلئے امت میں جو شکوک و شبہات اور اختلافات رونما ہوئے ہیں ان کو نہایت ہی پر وقار طریقے سے سلجھانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

This work is licensed under an Attribution-ShareAlike 4.0 International (CC BY-SA 4.0)